بسم اللہ الرحمن الرحیم

ولقد لبثت فیکم عمرا من قبلہ افلا تعقلون

الحمد للہ

# سیرت المہدی علیہ السلام

## حصہ اول

مرتبہ

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم-اے سلمہ اللہ تعالیٰ

حسب فرمائش

مولانا المکرم معظم مولوی محمد اسمٰعیل صاحب مولوی فاضل و منشی فاضل اول مدرس مدرسہ احمدیہ - قادیان

کرام کے متعلق وہ روک نہیں ہیں۔ مثلاً:۔

**اوّل**۔ ہمعصریت ہے۔ یعنے ایک ہی زمانہ میں ہونا۔ جس طرح ہموطن ہونا انسان کی حقیقی قدر کے پہچانے جانے کے رستہ میں روک ہوتا ہے۔ جیسے کہ کہا گیا ہے۔ کہ نبی ذلیل نہیں۔ مگر اپنے وطن میں اسیطرح مثلاً پنجابی میں کہا وت ہے کہ گھر کی مرغی دال برابر۔ ٹھیک اسی طرح ہمعصر ہونا بھی حقیقی قدر کے پہچانے جانے کے رستہ میں ایک بہت بڑی روک ہوتا ہے۔ اور عموماً انسان اپنے زمانہ کے کسی آدمی کی بڑائی کو سمجھنے اور تسلیم کرنے کیلئے تیار نہیں ہوتا۔ اور یہ تعصب گویا طبعی طور پر انسان کے اندر کام کرتا ہے پس چونکہ اس زمانہ کے لوگوں کے لیے صحابہ کی جماعت تو ایک دور دراز کی بات ہے لیکن حضرت مسیح موعود کی جماعت خود اپنے زمانہ کی ہے اور اپنی آنکھوں کے سامنے ہے اسلئے وہ بالعموم حضرت مسیح موعود کے صحابہ کی قدر پہچان نہیں سکتے۔ ہاں جب یہ زمانہ گذر جائیگا۔ اور حضرت مسیح موعود کی صحبت یافتہ جماعت ایک گذشتہ کی چیز ہو جائیگی تو پھر دیکھنا کہ آئندہ نسلوں میں یہی جماعت کس نظر سے دیکھی جاتی ہے۔

**دوسری** وجہ یہ ہے کہ لوگ عموماً اسلامی تاریخ سے تفصیلی طور پر واقف نہیں مگر یہاں کی باتیں وہ خود اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ صحابہ کی جماعت کے متعلق لوگوں کا علم عموماً واعظوں کے وعظوں سے ماخوذ ہے اور یہ ظاہر ہے کہ واعظ اپنی بات میں اثر پیدا کرنے کے لئے عموماً خاص خاص موقعوں کی خاص خاص باتوں کو سجا سجا کر بیان کرتا ہے۔ مگر لوگ یہ سمجھنے لگ جاتے ہیں۔ کہ گویا اس جماعت کے سارے افراد سارے حالات میں اسی رنگ میں رنگین تھے۔ اور اسی کے مطابق وہ اپنے ذہن میں نقشہ جما لیتے ہیں۔ اور پھر وہ حضرت مسیح موعود کی جماعت کو بھی اسی معیار سے ناپتے ہیں جسکا نتیجہ ظاہر ہے۔ اس میں شک نہیں کہ صحابہ کرام جیسا اعلیٰ نمونہ نہ پہلی کسی اُمت میں نظر آتا ہے۔ نہ اب تک بعد میں کہیں ہوا ہے۔ اور نہ آئندہ ہوگا۔ یعنی بحیثیت مجموعی۔ مگر احادیث سے ثابت ہے کہ بعض صحابہ میں بھی کمزوریاں تھیں اور کمزوریاں بھی مختلف اقسام کی نظر آتی ہیں۔ مگر اس سے صحابہ کے تقدس پر بحیثیت مجموعی کوئی حرف

گیری نہیں ہوسکتی - اور صحابہ کا بے نظیر ہونا بہرحال ثابت ہے (اے اللہ تو مجھے آنحضرت صلعم اور مسیح موعود علیہ السلام کی مقدس جماعتوں پر حرف گیری کرنے سے بچا- اور مجھے انکے پاک نمونہ پر چلنے کی توفیق دے)

**تیسری وجہ** یہ ہے کہ آنحضرت صلعم کے صحابہ کے حالات تو اجتماعی حیثیت میں منضبط اور مدوّن طور پر ہمارے سامنے موجود ہیں- لیکن باوجود ہمعصر ہونیکے حضرت مسیح موعود کے صحابہ کے حالات ابھی تک ہمارے سامنے اس طرح موجود نہیں- ورنہ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود کے صحابہ میں بھی بے شمار ایسے اعلیٰ نمونے موجود ہیں کہ جنکے مشاہدہ سے ایمان تروتازہ ہوجاتا ہے- جب اسلامی تاریخ کی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے صحابہ کے حالات جمع ہوکر منضبط اور مدوّن ہونگے - اسوقت انشاء اللہ حقیقت حال منکشف ہوگی - یہ ایک حقیقت ہے کہ جو تفصیلی حالات آنحضرت صلعم کے صحابہ کرام کے بحیثیت مجموعی ہم کو معلوم ہیں یا ہوسکتے ہیں وہ خود صحابہ کو بھی معلوم نہیں تھے-

**چوتھی وجہ** یہ ہے کہ ہر ایک زمانہ کی مختلف خصوصیات اور مختلف حالات ہوتے ہیں- صحابہ کو مشیت ایزدی سے ایسے جسمانی مواقع پیش آئے جن سے راسخ الایمان لوگوں کا ایمان چمکا اور دنیا میں ظاہر ہوا- مگر حضرت مسیح موعود کی جماعت کیلئے اس قسم کے ابتلا مقدر نہیں تھے- ورنہ ہم اللہ سے اُمید رکھتے ہیں کہ ان کا ایمان بھی علیٰ قدر مراتب اسی طرح چمکتا اور ظاہر ہوتا- حضرت مسیح موعود کے صحابہ میں سے صرف دو آدمیوں* پر وہ وقت آیا کہ خدا کی راہ میں ان سے انکی جان کی قربانی مانگی گئی اور دنیا دیکھ چکی ہے کہ انہوں نے کیا نمونہ دکھایا - (اس جگہ میری مراد کابل کے شہداء سے ہے)

**پانچویں وجہ** یہ ہے جسکو لوگ عموماً نظر انداز کردیتے ہیں کہ کسی قوم کے درجہ اصلاح کا اندازہ کرنے کے لئے ان مخالف طاقتوں کا اندازہ کرنا بھی ضروری ہوتا ہے جو اس قوم کو ایمان کے راستہ میں پیش آتی ہیں اگر ایک قوم کے مقابل میں مخالف طاقتیں نہایت زبردست اور خطرناک ہیں تو اسکا ایمان کے رستہ میں نسبتہً تھوڑی مسافت طے کرنا بھی بڑی قدر و

* اب بوقت ایڈیشن دوم یہ تعداد زیادہ ہوچکی ہے- منہ

منزلت رکھتا ہے۔ پس صرف یہ دیکھنا کافی نہیں کہ فلاں قوم ایمان کے رستہ پر کسقدر ترقی یافتہ ہے بلکہ یہ بھی دیکھنا ضروری ہوتا ہے کہ اس نے یہ ترقی کن مخالف طاقتوں کے مقابل پر کی ہے۔ پس اس لحاظ سے دیکھیں۔ تو یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ حضرت مسیح موعود کی جماعت کی اصلاح واقعی معجزنما ہے۔ کیونکہ یہ مسلمات میں سے ہے کہ اس زمانہ میں جو مخالف طاقتیں ایمان کے مقابلے میں کام کر رہی ہیں اسکی نظیر گذشتہ زمانوں میں نہیں پائی جاتی۔ حتیٰ کہ خود سرور کائنات کے زمانہ سے بھی اس زمانہ کے فتن بڑھکر ہیں کیونکہ یہ دجال کا زمانہ ہے۔ جسکے متعلق حدیث میں آتا ہے کہ سب نبی اس سے ڈراتے آئے ہیں۔ اور خود آنحضرت صلعم نے بھی اس سے اپنی اُمت کو بہت ڈرایا ہے۔ اور اسبات پر اجماع ہوا ہے کہ دجالی فتنہ سب فتنوں سے بڑھکر ہے۔ اور واقعی جو مادیت اور دہریت اور دنیا پرستی کی زہریلی ہوائیں اس زمانہ میں چلی ہیں ایسی پہلے کبھی نہیں چلیں اور مذاہب باطلہ اور علوم مادی کا جو زور اس زمانہ میں ہوا ہے ایسا کبھی نہیں ہوا۔ پس ایسے خطرناک زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کا ایک ایسی جماعت تیار کرلینا جو واقعی زندہ اور حقیقی ایمان پر قائم ہے اور اعمال صالحہ بجا لاتی ہے اور تمام مخالف طاقتوں کے مقابلہ میں سینہ سپر ہے ایک بےنظیر کامیابی ہے۔ بےشک آنحضرت صلعم کے زمانہ میں ایمان کے رستہ پر شیطان کے شمشیر بردار سپاہی موجود تھے۔ اور یہ ایک بہت بڑی روک تھی۔ کیونکہ ایک مومن کو خون کی نہر میں سے گذر کر ایمان کی نعمت حاصل کرنی پڑتی تھی۔ مگر یہاں ایمان کے راستہ پر شیطان نے نہ صرف یہ کہ اپنی ساری فوجیں جمع کر رکھی ہیں بلکہ اُس نے ایسے سپاہی مہیا کئے ہیں جو نظر نہیں آتے۔ مگر راہ گیروں سے ایمان کی پونجی لوٹتے چلے جا رہے ہیں اور سوائے روحانی طاقتوں کے کوئی انکا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ پس حضرت مسیح موعود کی کامیابی ایک واقعی بےنظیر کامیابی ہے۔ مگر یہ کامیابی بھی دراصل آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہی کی کامیابی ہے۔ کیونکہ شاگرد کی فتح اُستاد کی فتح ہے اور خادم کی فتح آقا کی فتح لہذا ان حالات میں اگر حضرت مسیح موعود کی جماعت میں کوئی کمی بھی ہو۔ ... وہ بحیثیت مجموعی جماعت کی شان کو کم نہیں کر سکتی۔

چھٹی وجہ یہ ہے کہ انسانی دماغ کا یہ بھی خاصہ ہے کہ جب تک کوئی شخص زندہ ہے۔ اسکا حسن مخفی رہتا ہے اور کمزوریاں زیادہ سامنے آتی ہیں یعنی عموماً تصویر کا کمزور پہلو ہی زیادہ مستحضر رہتا ہے۔ لیکن اسکے مرنے کے بعد معاملہ برعکس ہو جاتا ہے۔ یعنی مرنیکے بعد مرنے والے کی خوبیاں زیادہ چمک اٹھتی ہیں اور زیادہ یاد رہتی ہیں اور کمزوریاں مدھم پڑ جاتی ہیں اور یاد سے محو ہو جاتی ہیں۔ پس حضرت مسیح موعود کی جماعت کا بھی یہی حال ہے جب وہ وقت آئیگا۔ کہ حضرت مسیح موعود کے صحابہ گذر جائینگے۔ تو پھر انکا اخلاص اور انکی قربانیاں چمکینگی اور وہی یاد رہ جائیں گی اور کمزوریاں مٹ جائینگی اور ہم خود اس بات کو عملاً محسوس کر رہے ہیں کیونکہ جو احباب ہمارے فوت ہو چکے ہیں۔ انکی خوبیاں ہمارے اندر زیادہ گہرا نقش پیدا کر رہی ہیں بمقابلہ انکے جو بقید حیات ہیں اسی طرح گذرے ہوئے دوستوں کی کمزوریاں ہمارے ذہنوں میں کم اثر پیدا کرتی ہیں۔ بمقابلہ انکے جو ہم میں زندہ موجود ہیں اور تاریخ کے مطالعہ سے پتہ لگتا ہے کہ صحابہ میں بھی یہی احساس تھا۔

ساتویں وجہ یہ ہے کہ لوگ عموماً اس بات کو نہیں سمجھتے۔ کہ انفرادی اصلاح اور جماعت کی اجتماعی اصلاح میں فرق ہے اور دونو کا معیار جدا ہے۔ کسی جماعت کو اصلاح یافتہ قرار دینے کے لئے یہ ضروری نہیں ہوتا کہ اسکے سارے افراد اصلاح یافتہ ہوں۔ بلکہ جس قوم کے اکثر افراد نے اپنے اندر تبدیلی کی ہے اور اپنے اندر ایمان اور صلاحیت کا نور پیدا کیا ہے۔ وہ اصلاح یافتہ کہلائیگی۔ خواہ اسکے بعض افراد میں صلاح نہ نظر آئے اسی طرح یہ بھی ضروری نہیں ہوتا۔ کہ کسی جماعت کے اصلاح یافتہ افراد سب کے سب ایک ہی درجہ صلاحیت پر قائم ہوں۔ بلکہ مدارج کا ہونا بھی متحقق ہے۔ لہذا بحیثیت مجموعی جماعت کی حالت کو دیکھنا چاہئے۔ اور پھر یہ بھی یاد رکھنا چاہئے۔ کہ مختلف افراد کے فطری قویٰ اور فطری استعدادیں الگ الگ ہوتی ہیں پس سب سے ایک جیسی اصلاح متوقع نہیں ہو سکتی اور نہ کسی جماعت میں ہمکو اسکے سب افراد ایک جیسے نظر آتے ہیں لہذا ہمارا معیار یہ ہونا چاہیئے کہ ایک انسانی جماعت سے جس میں ہر قسم کے لوگ شامل ہیں۔ بحیثیت مجموعی کس درجہ کی اصلاح

کی توقع رکھی جا سکتی ہے اور اس لحاظ سے حضرت مسیح موعود کی جماعت کا قدم بہت بلند نظر آتا ہے۔

**آٹھویں وجہ** یہ ہے کہ یہ بھی دیکھا گیا ہے۔ کہ کمزور لوگ خواہ جماعت میں بہت ہی تھوڑے ہوں۔ مگر نظر زیادہ آتے ہیں کیونکہ بدی آنکھ میں کھٹکتی ہے اور نیکی بوجہ لطافت کے سوائے لطیف حس کے عموماً محسوس نہیں ہوتی میںنے دیکھا ہے کہ ہزاروں میں اگر پانچ دس بھی شریر ہوں۔ تو عموماً لوگوں کو ایسا نظر آتا ہے کہ گویا اکثر شریر ہی ہیں اور بھلے مانس کم ہیں۔ کیونکہ شریر اپنی شرارت کیوجہ سے نمایاں ہو جاتا ہے اور اسکی طرف لوگوں کی نظر فوراً اُٹھتی ہے۔ دیکھو آنکھ میں ہوا ہر وقت بھری رہتی ہے مگر آنکھ اسے محسوس نہیں کرتی۔ لیکن اگر اس میں ایک چھوٹا سا تنکا بھی پڑ جاوے تو قیامت برپا کر دیتا ہے لیکن جب وہ وقت گذر جاتا ہے۔ یعنی وہ جماعت فوت ہو جاتی ہے۔ تو پھر ایسا ہوتا ہے کہ گویا آنکھ کا تنکا نکل گیا اور صرف لطیف اور خنک ہوا آنکھ کو ٹھنڈا کرنے کے لئے باقی رہ گئی۔ مجھے یاد ہے کہ میرے سامنے ایکدفعہ ایک شخص نے اعتراض کیا کہ قادیان کے احمدیوں میں سے اکثر لوگ بُرے ہیں میںنے کہا کہ تم غلط کہتے ہو۔ اُسنے کہا کہ نہیں میں خوب جانتا ہوں۔ میںنے اسے کہا کہ اکثر کا بُرا ہونا یہ ظاہر کرتا ہے کہ کم از کم ساٹھ ستر فی صدی تو بُرے ہونگے۔ اس نے کہا کہ اس سے بھی زیادہ ہیں میںنے اسے کہا کہ مُنہ سے کہدینا آسان ہے۔ مگر ثابت کرنا مشکل۔ تم مجھے صرف دس فیصدی بتا دو چلو پانچ فیصدی بتا دو اور میں تمہیں یہ یہ انعام دونگا۔ مگر وہ ایک شرمندہ انسان کی طرح ہنسکر خاموش ہو گیا۔ اگر اس طرح منہ سے کہدینا ہی کافی ہو۔ تو مشرکین و یہود بھی صحابہ کرام کے متعلق کیا کچھ کہتے تھے۔

**نویں وجہ** یہ ہے کہ بعض لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ آنحضرت صلعم کے زمانہ میں تو منافق ہوتے تھے۔ لیکن احمدیوں میں منافق کوئی نہیں۔ بلکہ جو بھی احمدی کہلاتا ہے وہ سچا مومن ہے۔ حالانکہ یہ بالکل غلط ہے بلکہ جس طرح صحابہ کے زمانہ میں منافق ہوتے تھے اسی طرح اب بھی ہیں اور یہ خیال کہ وہ تلوار کا زمانہ تھا۔ اسلئے اس میں نفاق ممکن تھا۔ لیکن اس آزادی کے زمانہ میں نفاق نہیں ہو سکتا۔ ایک نادانی کا خیال ہے کیونکہ اول تو اس سے نعوذ باللہ یہ لازم آتا ہے کہ اُسوقت گویا اسلام کے لئے اکراہ ہوتا تھا۔ جو ایک بالکل

غلط اور بے بنیاد بات ہے دوسرے اگر بفرض محال تلوار کا ڈر ہو بھی تو پھر کیا دنیا میں بس صرف تلوار ہی ایسی چیز رہ گئی ہے جو طبائع پر دباؤ ڈال سکے کیا کوئی اور ایسی چیز نہیں۔ جو کمزور انسان کو خلاف ضمیر کرنے پر آمادہ کردے۔ ہم تو دیکھتے ہیں کہ جتنا نفاق آجکل روزمرہ کی زندگی میں دیکھا جاتا ہے۔ ایسا شاید ہی کسی گذشتہ زمانہ میں ہوا ہو۔ غرض یہ غلط ہے کہ آجکل منافق نہیں ہوتے۔ اور ہم عملاً دیکھ رہے ہیں۔ کہ احمدی کہلانیوالوں میں بھی منافق پائی جاتے ہیں۔ جن میں سے کسی نے کسی وجہ سے نفاق اختیار کیا ہو۔ تو کسی نے کسی وجہ سے۔ تو اب جبکہ احمدیوں میں بھی منافق موجود ہیں۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ آنحضرت صلعم کے زمانہ کے مسلمان کہلانیوالوں میں اگر ہم کو کوئی بُرے نمونے نظر آویں تو ہم ان کو منافق کہکر صحابہ کو ان سے الگ کر لیں۔ لیکن احمدی کہلانیوالوں میں سے جو لوگ احمدیت کی تعلیم کے خلاف نمونہ رکھتے ہیں اور اپنی روش پر عملاً مصر ہیں ان کو ہم منافق نہ سمجھیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ میں شمار کریں اور اس طرح ظلم کے ساتھ حضرت مسیح موعود کی جماعت کو بدنام کریں۔ میرا یہ مطلب نہیں کہ جس شخص سے بھی کمزوری سرزد ہوتی ہو وہ منافق ہو۔ حاشا وکلاّ۔ بلکہ مطلب یہ ہے۔ کہ جب جماعت میں منافق بھی موجود ہیں تو ہر اس شخص کو جسکا طریق احمدیت کی تعلیم کے خلاف ہو صرف اس وجہ سے کہ وہ اپنے آپ کو احمدی کہتا ہے۔ خواہ مخواہ مومنین کی جماعت میں نہ سمجھنا چاہئے۔ لیکن اس سے یہ مراد نہیں کہ ہم اس اصول کے ماتحت افراد کے متعلق کوئی حکم لگائیں کیونکہ یہ طریق فتنہ کا موجب ہے مگر ہاں بحیثیت مجموعی جماعت کے متعلق رائے لگاتے ہوئے اس اصول کو ضرور مدنظر رکھنا چاہئے۔

**دسویں وجہ** یہ ہے کہ آنحضرت صلعم کے صحابہ تو دوسرے مسلمانوں سے صاف ممتاز نظر آرہے ہیں کیونکہ تدوین تاریخ سے ہمکو ابتدائی مسلمانوں کے متعلق یہ علم حاصل ہو چکا ہے کہ یہ صحابی ہے یا نہیں لیکن یہاں حضرت مسیح موعود کے صحابی اور غیر صحابی سب ملے جلے ہیں اور سوائے خاص خاص لوگوں کے عام طور پر یہ پتہ نہیں ہوتا کہ فلاں احمدی حضرت مسیح موعود کا صحبت یافتہ ہے یا نہیں۔ اور اسمیں دو طرح کا اشکال ہے۔ یعنی اول تو عموماً لوگونکو یہ بھی پتہ نہیں ہوتا۔ کہ فلاں احمدی حضرت مسیح موعود کے زمانہ کا احمدی ہے۔ یا بعد کا پھر اگر

یہ پتہ بھی ہو کہ وہ آپ کے زمانہ کا احمدی ہے تو یہ پتہ نہیں ہوتا۔ کہ وہ آپکا صحبت یافتہ ہے یا نہیں اور ظاہر ہے کہ صحابی وہی کہلا سکتا ہے۔ جو صحبت یافتہ ہو ہر شخص جو نبی کے زمانہ میں ایمان لاتا ہے صحابی نہیں ہوتا۔ چنانچہ دیکھ لو۔ آنحضرت صلعم کے زمانہ میں قریبًا سارا عرب مسلمان ہو گیا تھا۔ تو کیا سارے عرب صحابی بن گئے تھے؟ ہرگز نہیں بلکہ صحابی صرف وہی لوگ سمجھے جاتے تھے۔ جنہوں نے آنحضرت صلعم کی صحبت اُٹھائی تھی۔ اور اگر سب کو صحابی سمجھا جاوے۔ تو وہ رائے جو اب ہم صحابہ کے متعلق رکھتے ہیں۔ یقینًا اس مقام پر نہیں رہ سکتی جس پر کہ وہ اب ہے، پس صحابی صرف وہی ہے جس نے صحبت اُٹھائی ہو۔ مگر یہاں نہ صرف یہ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ کے سب احمدی ملے جلے ہیں اور لوگوں کو انکے درمیان کسی امتیاز کا علم نہیں بلکہ آپکی وفات کے بعد احمدی ہونیوالے بھی انکے ساتھ مخلوط ہیں۔ اندریں حالات حضرت مسیح موعود کے صحابہ کے متعلق جب تک انکا الگ علم نہ ہو کس طرح کوئی رائے لگائی جا سکتی ہی یا موجودہ جماعت کی عام حالت سے صحابہ مسیح موعود کے متعلق کس طرح استدلال ہو سکتا ہے ہاں جب تاریخی رنگ میں حالات جمع ہونگے اور صحابہ مسیح موعود کی جماعت ممتاز نظر آئیگی تو پھر حالت کا اندازہ ہو سکیگا۔

گیارھویں وجہ یہ ہی کہ بعض لوگ اسواسطے جماعت احمدیہ کے متعلق بدظنی کے مرتکب ہو جاتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپکے خلفا نے بعض اوقات جماعت کی کمزوریوں کا اظہار کیا ہی اور جماعت کو اسکی حالت پر زجر و توبیخ کی ہی۔ مگر یہ بھی ایک دھوکا ہی کیونکہ جس طرح واعظ کا یہ کام ہوتا ہی۔ کہ وہ گذشتہ لوگوں کے خاص خاص کارنامے چنکر مؤثر پیرایہ میں لوگوں کو سنائے تا انکو نیکی کی تحریک ہو اسی طرح اسکا یہ بھی کام ہوتا ہی کہ وہ اپنے مخاطبوں کی کمزوریوں کو کھول کھولکر بیان کرے تا انکو اپنی کمزوری کا احساس ہو اور وہ ترقی کی کوشش کریں واعظ عمومًا اپنے مخاطبین کی خوبیوں کا ذکر نہیں کرتا۔ بلکہ کمزوریوں کو لیتا ہی اور انکو بھی ایسے رنگ میں بیان کرتا ہی کہ لوگ یہ سمجھیں کہ ابھی انکی حالت بالکل ناقابل اطمینان ہے تا وہ اپنی اصلاح کی بڑھ چڑھکر کوشش کریں۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو خط عبدالحکیم خاں مرتد کو لکھا اس میں آپنے اس نکتہ کو بیان فرمایا ہی۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ: "میں ہمیشہ انکو اور ترقیات کیلئے ترغیب دیتا ہوں اور انکی نیکیاں انکو نہیں سناتا مگر دل میں خوش ہوں"۔ حدیث سے پتہ لگتا ہی کہ عام طور پر آنحضرت

یہ پتہ بھی ہو کہ وہ آپ کے زمانہ کا احمدی ہے تو یہ پتہ نہیں ہوتا۔ کہ وہ آپکا صحبت یافتہ ہے یا نہیں اور ظاہر ہے کہ صحابی وہی کہلا سکتا ہے۔ جو صحبت یافتہ ہو ہر شخص جو نبی کے زمانہ میں ایمان لاتا ہے صحابی نہیں ہوتا۔ چنانچہ دیکھ لو۔ آنحضرت صلعم کے زمانہ میں قریبًا سارا عرب مسلمان ہو گیا تھا۔ تو کیا سارے عرب صحابی بن گئے تھے؟ ہرگز نہیں بلکہ صحابی صرف وہی لوگ سمجھے جاتے تھے۔ جنہوں نے آنحضرت صلعم کی صحبت اُٹھائی تھی۔ اور اگر سب کو صحابی سمجھا جاوے۔ تو وہ رائے جو اب ہم صحابہ کے متعلق رکھتے ہیں۔ یقینًا اس مقام پر نہیں رہ سکتی جس پر کہ وہ اب ہے، پس صحابی صرف وہی ہے جس نے صحبت اُٹھائی ہو۔ مگر یہاں نہ صرف یہ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ کے سب احمدی ملے جلے ہیں اور لوگوں کو انکے درمیان کسی امتیاز کا علم نہیں بلکہ آپکی وفات کے بعد احمدی ہونیوالے بھی انکے ساتھ مخلوط ہیں۔ اندریں حالات حضرت مسیح موعود کے صحابہ کے متعلق جب تک انکا الگ علم نہ ہو کس طرح کوئی رائے لگائی جا سکتی ہے یا موجودہ جماعت کی عام حالت سے صحابہ مسیح موعود کے متعلق کس طرح استدلال ہو سکتا ہے ہاں جب تاریخی رنگ میں حالات جمع ہونگے اور صحابہ مسیح موعود کی جماعت ممتاز نظر آئیگی تو پھر حالت کا اندازہ ہو سکیگا۔

گیارھویں وجہ یہ ہے کہ بعض لوگ اسواسطے جماعت احمدیہ کے متعلق بدظنی کے مرتکب ہو جاتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپکے خلفا نے بعض اوقات جماعت کی کمزوریوں کا اظہار کیا ہے اور جماعت کو اسکی حالت پر زجر و توبیخ کی ہے۔ مگر یہ بھی ایک دھوکا ہے کیونکہ جس طرح واعظ کا یہ کام ہوتا ہے کہ وہ گذشتہ لوگوں کے خاص خاص کارنامے چنکر مؤثر پیرایہ میں لوگوں کو سنائے تا انکو نیکی کی تحریک ہو اسی طرح اسکا یہ بھی کام ہوتا ہے کہ وہ اپنے مخاطبوں کی کمزوریوں کو کھول کھول کر بیان کرے تا انکو اپنی کمزوری کا احساس ہو اور وہ ترقی کی کوشش کریں واعظ عمومًا اپنے مخاطبین کی خوبیوں کا ذکر نہیں کرتا۔ بلکہ کمزوریاں کو لیتا ہے اور انکو بھی ایسے رنگ میں بیان کرتا ہے کہ لوگ یہ سمجھیں کہ ابھی انکی حالت بالکل ناقابل اطمینان ہے تا وہ اپنی اصلاح کی بڑھ چڑھ کر کوشش کریں۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو خط عبدالحکیم خان مرتد کو لکھا اس میں آپنے اس نکتہ کو بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ: "میں ہمیشہ انکو اور ترقیات کیلئے ترغیب دیتا ہوں اور انکی نیکیاں انکو نہیں سناتا مگر دل میں خوش ہوں"۔ حدیث سے پتہ لگتا ہے کہ عام طور پر آنحضرت

صلعم کا بھی یہی طریق تھا۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام حضرت خلیفہ اول حضرت خلیفہ ثانی رضی اللہ عنہما یا بعض دیگر بزرگان سلسلہ کے بعض بیانوں سے جماعت کے متعلق کوئی اس رنگ میں استدلال نہیں ہو سکتا جو جماعت کی شان کے منافی ہو۔ ہاں بعض بزرگوں کا میلان طبع جو اس طرف ہے کہ وہ ہمیشہ صرف کمزور پہلو پر ہی زور دیتے ہیں اور وہ بھی ضرورت سے زیادہ اور نامناسب طریق پر یہ بھی خاکسار کی رائے میں درست طریق نہیں۔ کیونکہ اس طرح جماعت اپنی نظروں میں آپ ذلیل ہو جاتی ہے۔ اور اس کی ہمتیں پست ہو جاتی ہیں پس ان معاملات میں حکیمانہ طریق پر اعتدال کا رستہ اختیار کرنا چاہیئے۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود کا طریق تھا یا اب حضرت خلیفہ ثانی کا طریق ہے۔ ایمانی ترقی کے لیئے بیم ورجا کی درمیانی حالت ہی مناسب ہے

**بارھویں** وجہ یہ ہے کہ لوگ صحابہ کے متعلق تو یہ دیکھتے ہیں کہ اللہ نے اپنے کلام پاک میں انکی تعریف فرمائی ہے مگر حضرت مسیح موعود کے صحابہ کے متعلق انکو بزعم خود کوئی ایسی بات نظر نہیں آتی۔ مگر یہ بھی ایک دھوکا ہے کیونکہ حضرت مسیح موعود کے الہامات کا مطالعہ کیا جاوے تو ان میں بھی آپ کے صحابہ کی بہت تعریف پائی جاتی ہے۔ مگر میں کہتا ہوں کہ کسی الگ تعریف کی ضرورت بھی نہیں ہے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن کریم میں جہاں صحابہ کی تعریف پائی جاتی ہے وہاں نص صریح وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ یہ بھی تو بتا گیا ہے کہ حضرت مسیح موعود کے صحابہ آنحضرت کے صحابہ میں شامل ہیں۔ اور انہی کا ایک حصہ ہیں اور اس آیت کی تفسیر خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتب میں متعدد جگہ فرمائی ہے۔ چنانچہ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۵۲ پر تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

" ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دو بعث ہیں۔ اور اس پر نص قطعی آیت کریمہ وآخرین منہم لما یلحقوا بہم ہے۔ تمام اکابر مفسرین اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اس اُمت کا آخری گروہ یعنی مسیح موعود کی جماعت صحابہ کے رنگ میں ہونگے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرح بغیر کسی فرق کے آنحضرت صلعم سے فیض اور ہدایت پائینگے۔ پس جبکہ یہ امر نص صریح قرآن شریف سے ثابت ہے کہ جیسا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا فیض صحابہ پر جاری ہوا ایسا ہی بغیر کسی امتیاز اور تفریق کے مسیح موعود کی جماعت پر فیض ہوگا۔ تو اس صورت میں آنحضرت صلعم کا ایک اور

بعث ماننا پڑا جو آخری زمانہ میں مسیح موعود کے وقت میں ہزار ششم میں ہو گا۔"

پھر حقیقۃ الوحی تتمہ صفحہ ۶۷ پر فرماتے ہیں:۔

"وَاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ یعنے آنحضرت کے اصحاب میں سے ایک اور فرقہ ہے۔ جو ابھی ظاہر نہیں ہوا۔ یہ تو ظاہر ہے کہ اصحاب وہی کہلاتے ہیں جو نبی کے وقت میں ہوں۔ اور ایمان کی حالت میں اسکی صحبت سے مشرف ہوں اور اس سے تعلیم و تربیت پاویں۔ پس اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آنیوالی قوم میں ایک نبی ہو گا۔ کہ وہ آنحضرت صلعم کا بروز ہو گا۔ اسلیئے اسکے اصحاب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کہلائینگے۔ اور جس طرح صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنے رنگ میں خدا تعالےٰ کی راہ میں دینی خدمتیں ادا کی تھیں۔ وہ اپنے رنگ میں ادا کرینگے۔"

پس جب خداوند عالمیان جو عالم الکل ہے اور جس سے کوئی بات پوشیدہ نہیں حضرت مسیح موعود کی جماعت کو آنحضرت صلعم کے صحابہ میں داخل کرتا ہے اور انکی تعریف فرماتا ہے تو زید وبکر کو اس میں چہ میگوئی کرنیکا کیا حق ہے اللّٰہ یعلم وانتم لا تعلمون۔

تیرھویں وجہ یہ ہے جسے لوگ عموماً نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر جماعت کی ترقی کے لیئے ایک خاص طریق مقرر کر رکھا ہے اور قرآن شریف سے پتہ لگتا ہے کہ حضرت مسیح موعود کی جماعت کی ترقی آہستہ آہستہ مقدر ہے جیسا کہ فرمایا کزرع اخرج شطأہ الخ یعنے حضرت مسیح موعود کی جماعت کی ترقی اس پودے کی طرح مقدر ہے جو شروع شروع میں زمین سے اپنی کمزور کمزور پتیاں نکالتا ہے۔ اور پھر آہستہ آہستہ مضبوط ہوتا چلا جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود اپنی کتاب اعجاز المسیح صفحہ ۱۲۳ پر تحریر فرماتے ہیں:۔

" فاشار موسٰی بقولہ اشداء علی الکفار الی صحابۃ ادرکوا صحبۃ نبینا المختار و اشار عیسٰی بقولہ کزرع اخرج شطاءہ الی قوم اٰخرین منھم واما مھم المسیح بل ذکر اسمہ احمد بالتصریح۔ یعنی موسٰے علیہ السلام نے اشداء علی الکفار کے الفاظ کہکر صحابہ کیطرف اشارہ کیا۔ جنہوں نے ہمارے آنحضرت صلعم کی صحبت پائی اور عیسٰے علیہ السلام نے اپنے قول کزرع اخرج شطأہ سے اس قوم کی

طرف اشارہ کیا جو آخرین منھم ہے اور نیز انکے امام مسیح موعود کی طرف اشارہ کیا بلکہ اس کا تو نام احمدؐ بھی صاف صاف بتلا دیا"۔

اس سے پتہ لگا۔ کہ حضرت مسیح موعود کی جماعت کی ترقی انقلابی رنگ میں مقدر نہیں بلکہ تدریجی رنگ میں مقدر ہے اسکی یہ وجہ ہے۔ کہ جس طرح جسمانی بیماریاں مختلف نوعیت کی ہوتی ہیں۔ اسی طرح اخلاقی اور روحانی بیماریاں بھی مختلف نوعیت کی ہوتی ہیں۔ چنانچہ بعض بیماریاں ایسی ہوتی ہیں۔ جو سخت تکلیف دِہ ہوتی ہیں۔ اور بیمار کو نہایت بے تاب کر دیتی ہیں۔ مگر مناسب علاج سے وہ جلد ہی دُور بھی ہو جاتی ہیں۔ اور وہ بیمار جو اس بیماری کیوجہ سے سخت مضطربانہ کرب میں مبتلا تھا جلد بھلا چنگا ہو کر چلنے پھرنے لگ جاتا ہے۔ لیکن اسکے مقابل میں بعض بیماریاں ایسی ہوتی ہیں۔ جو ایک روگ کے طور پر انسان کے ساتھ لاحق ہو جاتی ہیں اور گو بیمار ان سے وُہ مضطربانہ دُکھ نہیں اُٹھاتا مگر اندر ہی اندر تحلیل ہوتا چلا جاتا ہے اور ان میں کوئی فوری علاج بھی فائدہ نہیں دیتا بلکہ ایک بڑا لمبا باقاعدہ علاج انکے لیئے ضروری ہوتا ہے مقدم الذکر کی مثال یُوں سمجھنی چاہیئے۔ جیسے ایک بڑا پھوڑا ہو جس میں پیپ پڑی ہُوئی ہو۔ اور بیمار اُسکے درد سے بے تاب ہو مگر ڈاکٹر نے چیر دیا پیپ نکل گئی درد دُور ہو گئی اور بیمار دو چار دن کی مرہم پٹی میں بھلا چنگا ہو کر چلنے پھرنے لگ گیا اور مؤخر الذکر کی مثال یُوں ہے کہ ایک شخص کو سل کی بیماری ہو یہ بیمار پھوڑے کے بیمار کی طرح کرب اور دُکھ میں مبتلا نہیں مگر اندر ہی اندر گھلتا چلا جاتا ہے اور اسے مقدم الذکر بیمار کی طرح کوئی فوری علاج بھی فائدہ نہیں دے سکتا۔ بلکہ ایک لمبا باقاعدہ علاج کا کورس درکار ہوتا ہے۔ پس چونکہ اس زمانہ کی اخلاقی اور روحانی بیماریاں سل کی بیماری کے مشابہ ہیں۔ اسلیئے اس زمانہ میں علاج کے نتیجے بھی فوراً ظاہر نہیں ہو سکتے بلکہ وقت چاہتے ہیں اور یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ خدا تعالےٰ نے جو حضرت مسیح موعود کے صحابہ کے متعلق کزرعٍ اخرج شطأہٗ فرمایا ہے۔ اس سے صرف انکی تعدادی ترقی کی حالت بتانا مقصود نہیں۔ بلکہ ہر قسم کی ترقی کی کیفیت بتانا مقصود ہے۔ واللہ اعلم۔

پس اعتراض اور نکتہ چینی کیطرف جلد قدم نہیں اُٹھانا چاہیئے۔

یہ تیرہ باتیں ہیں۔ جو عموماً اصحابہ حضرت مسیح موعود کی حقیقی قدر پہچانی جانیکے رستہ میں روک ہوتی ہیں۔ میں نے ان کو صرف مختصراً بیان کیا ہے اور بعض کو تو دیدہ دانستہ نہایت ہی مختصر رکھا ہے اور خدا گواہ ہے کہ میں اس نازک مضمون میں ہرگز نہ پڑتا۔ اور یہ تو غالباً اس کا ایسا موقعہ بھی نہ تھا۔ مگر میں نے دیکھا ہے کہ یہ باتیں لوگوں کو دھوکے میں ڈال رہی ہیں اور اس دھوکے کا اثر وسیع ہو رہا ہے اسلیئے میں خاموش نہیں رہ سکا۔ ہاں یہ بات نوٹ کرنی ضروری ہے کہ جس طرح ہم بفضلہ تعالیٰ آنحضرت صلعم کو سب اولین و آخرین سے افضل جانتے ہیں۔ اسی طرح آپ کی جماعت کو بھی تمام جماعتوں سے افضل مانتے ہیں اللّٰھم صلّ علیٰ محمّدٍ و علیٰ اٰل محمّدٍ وبارك وسلّم۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ جب ہمارا چھوٹا بھائی مبارک احمد بیمار (۱۵۸)
ہوا تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام دن رات اسکی تیمارداری میں مصروف رہتے تھے۔ اور بڑے فکر اور توجہ کے ساتھ اسکے علاج میں مشغول رہتے تھے اور چونکہ حضرت صاحب کو اس سے بہت محبت تھی اسلیئے لوگوں کا خیال تھا۔ کہ اگر خدانخواستہ وہ فوت ہو گیا تو حضرت صاحب کو بڑا صدمہ گذریگا۔ لیکن جب وہ صبح کے وقت فوت ہوا۔ تو فوراً حضرت صاحب بڑے اطمینان کے ساتھ بیرونی احباب کو خطوط لکھنے بیٹھ گئے کہ مبارک فوت ہو گیا ہے اور ہم کو اللہ کی قضاء پر راضی ہونا چاہیئے۔ اور مجھے بعض الہاموں میں بھی بتایا گیا تھا۔ کہ یا یہ لڑکا بہت خدا رسیدہ ہو گا۔ اور یا بچپن میں فوت ہو جائیگا۔ سو ہم کو اس لحاظ سے خوش ہونا چاہیئے۔ کہ خدا کا کلام پورا ہوا۔ اور حضرت خلیفہ ثانی بیان کرتے ہیں کہ جس وقت مبارک احمد فوت ہونے لگا تو وہ سویا ہوا تھا۔ حضرت خلیفہ اول نے اسکی نبض دیکھی تو غیر معمولی کمزوری محسوس کی جسپر آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے عرض کیا کہ حضور نبض میں بہت کمزوری ہے کچھ کستوری دیں۔ حضرت صاحب جلدی سے صندوق میں سے کستوری نکالنے لگے۔ مگر مولوی صاحب نے پھر کہا کہ حضور نبض بہت ہی کمزور ہو گئی ہے۔ حضرت صاحب نے کستوری نکالنے میں اور جلدی کی مگر پھر مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضور نبض نہایت ہی کمزور ہے۔ حضرت خلیفہ ثانی بیان کرتے تھے کہ اسوقت دراصل مبارک احمد فوت ہو چکا تھا مگر حضرت مولوی صاحب نے حضرت مسیح موعود کی تکلیف کا خیال کر کے یکلخت زبان پر نہ لاسکتے تھی۔ مگر حضرت صاحب سمجھ گئے اور خود کر